کھری کھری

نوید ظفر کیانی



بسم الله الرحمن الرحيم

طنز و مزاح پر مبنی کلام کی چوتھی برقی کتاب

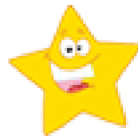
کھری کھری

نوید ظفر کیانی

www.naveedzafarkiani.wordpress.com

www.facebook.com/nzkiani

ترتیب



حسن کیسے ہو مسخر سوچیں
کوئی منتر ، کوئی جنتر سوچیں

ناچ تگنی کا نچا دیتی ہیں
یوں گھما دیتی ہیں میٹر سوچیں

کیوں زمانے کا چلن ہے اُلٹا
شاخ سے اُلٹا لٹک کر سوچیں

کوئی انسان بنے کیوں لوٹا
کچھ سیاست کے مچھندر سوچیں

جب تصرف میں ہے دیوارِ سخن
تھاپئے صورتِ گوبر سوچیں

کسی انگنائی میں گھس جاتی ہیں
چین چڑھائیں گی نیا شر سوچیں

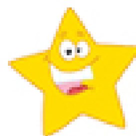
جس قدر شادی شدہ ہیں اب کے
صدر ممنون سے بن کر سوچیں

میں تو پنڈی میں کہیں اٹکا ہوں
اور جا پہنچیں پشاور سوچیں

جب زمیں پاؤں تلے کی کھسکے
قوم کے واسطے لیڈر سوچیں

اپنے بارے میں نہ سوچے انساں
تو کیا ان کے لئے ڈنگر سوچیں

آپا دھاپی کا زمانہ ہے ظفر
خود کو دیکھیں یا وہ مجھ پر سوچیں



ہر ادا لیڈرِ من کی ہے تماشہ دیکھیں
سیدھا آئے گا نظر، ہو کے جو اُلٹا دیکھیں

کہیں مڈبھیڑ جو ہو جائے ترے ویروں سے
وہ ستمگار مرا گوڈہ نہ ٹِکا دیکھیں

دیکھنے پر کبھی آ جائیں جو مجنوں بھائی
کبھی سوہنی کبھی شیریں کبھی لیلیٰ دیکھیں

وعدۂ وصل سمجھ بیٹھا ہے عاشق کیسے
حُسنِ کافر نے تو ارشاد کیا تھا، دیکھیں!

ٹانکیٹ کی ہے اگر شے تو یہیں پر ہوتی
کیوں اسمبلی میں نظر آتا ہے لوٹا دیکھیں

کیا خبر کاہے کو ہو جاتے ہیں گڈ مڈ باہم
آپ کو دیکھ کے جب صدقے کا بکرا دیکھیں

اِک گدھا جھانکتا آتا ہے نظر کھڑکی سے
یار کے سوزِ ترنم کا نتیجہ دیکھیں

ہمسفر ساتھ تو چلنے کو بہت چلتے ہیں
کب لگا جائے کہاں پر کوئی غوطہ دیکھیں

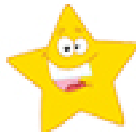
ماحضر یونہی مزیدار کہاں ہوتا ہے
بہرِ دعوت کسی ہمسائے کا مرغا دیکھیں

سارے خرگوش نہیں ہیں کہ قلانچیں ہی بھریں
دوڑ میں اپنی معیشت کا بھی کچھوا دیکھیں

اہلیت ہی نہیں رکھتا ہے وہ اس منصب کی
لیڈرِ قوم جو ہوتا نہیں بونگا دیکھیں

کیوں جھجکتے ہو نظر مجھ کو لگا دینے سے
میری جانب بھی کبھی جانِ تمنا دیکھیں

اب تو شاعر بھی ہیں برسات کے کیڑوں کی طرح
شعر کہنے لگا ہر جمعہ گھسیٹا دیکھیں



نیا رُخ

لوڈ شیڈنگ پہ تنقید اپنی جگہ
کام لیکن یہ اچھا بھی ہے دوستو

لوڈشیڈنگ نہ ہوتی تو بجلی کا بل
کتنا ہوتا یہ سوچا بھی ہے دوستو

ہمارے ہوٹل

یہ فضیلت ہے ہمارے ہی وطن کو حاصل
اور ملکوں میں کہاں اس کا چلن ہوتا ہے

بھول کر بھی اُسے ہوٹل نہیں کہتے ہیں ہم
کاکروچوں سے تہی جس کا کچن ہوتا ہے

وہی بھِن بھِن !!

اے مچھر!
اے او بے سُرے سنگر!!
تو کس موسیقی کے اُستاد کی اولاد ہے آخر
جو مصروفِ ریاض اس وقت ہے شب کے
مرے کانوں میں گھُس کر پھر
وہی ہے راگنی اب کے
وہی بھِن بھِن !!

اے مچھر!
جلیبی بھی جلائے رکھی ہے شب بھر
مگر یہ مارشل لا ہے عجب انداز کا مالک
نہیں رہتا سویرے تک
صبح جب آنکھ کھُلتی ہے
ہمارے کان پڑتی ہے
وہی بھِن بھِن !!

اے مچھر!

نہ سیکھے تو نے لیڈر سے کوئی میز

عوام الناس کا جو خون پیتے ہیں

تو یوں پیتے ہیں کہ اُن کو خبر ہونے نہیں پاتی

مگر کم ظرف! تُو کیسا ڈریکولا ہے جذباتی

لہو پیتا ہے انساں کا

تو اس کے کان میں پنجابی فلموں کے ولن کی طرح بڑکیں مارے جاتا ہے

مسلسل کرتا رہتا ہے

وہی بھِن بھِن!!

اے مچھر!

ترے چاچے کے پُتر

جو کوڈینگی کہتے ہیں

اس میں بڑا ہی زہر ہوتا ہے

سیاستدان کی صورت

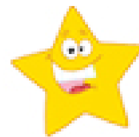
جسے بھی کاٹ لیتا ہے

وہ جانبر ہو نہیں پاتا

مقرر ہیں جوان پر قابو پانے کو

انہیں ڈینگوں سے ہی فرصت نہیں ملتی
دکھاتے پھرتے ہیں زورِ خطابت وہ
چنانچہ اب گلی کوچوں میں جاری ہے
وہی بھن بھن !!

اے مچھر!
مچھر دانی بھی ہم نے تو لگا کر دیکھ لی اکثر
تو ذرا اندازی سے پھرتا نہیں یکسر
نجانے کیسے گھس آتا ہے اندر
اور پھر ہم تیرے پیچھے ہمنوا قوال کے بن جاتے ہیں گویا
مگر تو ہے کہ پکڑائی نہیں دیتا
پریشاں کرتا رہتا ہے
اپوزیشن نے جیسے مقتدر حضرات کو کر رکھا ہے پیہم
وہی سُر تان ہے ہر دم
وہی بھن بھن !!



میں تو پنڈی سے چلا آیا ہوں بھکر ہائے ہائے
تونے دیکھا نہیں غرفے میں بھی آ کر ہائے ہائے

جب شکر ملنے کے امکان نظر آتے ہیں
کیوں شکر خورے کو ہو جاتی ہے شوگر ہائے ہائے

کھا گیا نوچ کے لیڈر اسے کرگس کی طرح
گھومتا کیوں نہیں اس قوم کا میٹر ہائے ہائے

کس سہولت سے کہے جاتے ہیں لیڈر ہم تم
جن کو خر بھی نہیں کہہ پاتے برادر ہائے ہائے

کیا کہوں کیسا کھنڈر لگتی ہے بیگم مجھ کو
جب اکھڑ جاتا ہے چہرے کا پلستر ہائے ہائے

اپنے اعمال سے اپنی ہی ترقی کی ڈگر
ایسی بنجر ہے کہ جیسے یہ مرا سر ہائے ہائے

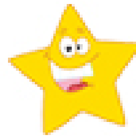
ہمنوا تیرے قیافے کے میں صدقے جاؤں
تجھ کو ہر گونگا نظر آتا ہے شوہر ہائے ہائے

کر کے آیا ہوں زمانے سے میں شاپنگ کیا کیا
کھول کر دیکھو کبھی ظرف کے شاپر ہائے ہائے

موم کی ناک سمجھتے ہیں وفا کو خوباں
ہم سے سمٹا نہ کبھی عشق کا دفتر ہائے ہائے

میں جسے پیار کا انداز سمجھ بیٹھا تھا
مسکراتا تھا کوئی جان کے جوکر ہائے ہائے

صدر ممنون کی صورت ہیں ظفر صاحب بھی
لب نہ کھولیں تو بہت لگتے ہیں سوبر ہائے ہائے



ہائے ناکامِ محبت تھے بیچارے کیا کیا
تیرے بچوں کو میسر ہوئے مامے کیا کیا

میری بائیک پہ نظر آتی رہی جو چنگی
مجھ سے جلتے رہے، کڑھتے رہے منڈے کیا کیا

لے اُڑا ہیر کو کھیڑا، یہ الگ قصہ ہے
بھائی رانجھے نے کیے ہوں گے وقوعے کیا کیا

دل دیا ، مال دیا جان بھی دے دی آخر
عشق کرتا ہی رہا حُسن پہ خرچے کیا کیا

آگ بھڑکی تو در و بام ہوئے راکھ کے ڈھیر
میرے سگریٹ نے دکھائے ہیں کرشمے کیا کیا

ارتقاء نام کی چڑیا کا پتہ چل نہ سکا
ہم وطن سوئے رہے بیچ کے گھوڑے کیا کیا

قوم کے حُسنِ چناؤ کے میں صدقے جاؤں
لیڈرِ قوم بنے قوم کے بونگے کیا کیا

صوتی اثرات سے اک قومی ترانہ سا بنا
یوں سیاست میں لڑھکتے رہے لوٹے کیا کیا

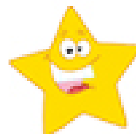
اپنی قسمت میں فقط نانِ جویں ہوتا ہے
مولوی جی کو مگر ملتے ہیں حلوے کیا کیا

شارٹ کٹ عشق میں کوئی بھی ملا نہ ہرگز
ورنہ یاروں کو میسر ہیں خلاصے کیا کیا

شکر ہے کہ سرِ راہ کہیں بارش نہ ہوئی
ورنہ میک اپ جو اُترتا تو ڈراتے کیا کیا

یہ مرا عشق تو ماٹھا ہے کلرکوں کی طرح
حُسنِ کافر میں مَلیلا کے ہیں شعلے کیا کیا

چُوری مل جائے تو پھر شور مچاتے ہیں ظفرؔ
میڈیا والوں کے پالے ہوئے طوطے کیا کیا



کسی کو حالِ سخنور دکھانے والا نہیں
پکانے والی ہے گھر میں کمانے والا نہیں

وہ فاختہ جسے مودی نے پر لگائے ہوں
اُسے خلیل بھی ہرگز اُڑانے والا نہیں

تمام رات کسی سے گپیں لڑاتے ہو
کہیں ارادہ ترا شامیانے والا نہیں

میں اُس کے ڈھیٹ پنے کا ازل سے واقف ہوں
جو دل چراتا ہے نظریں چرانے والا نہیں

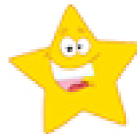
محلے والوں نے پھبتی لگا دی مجنوں کی
کہ یہ مقدمہ کچہری یا تھانے والا نہیں

میں کس لئے تیرے اب سے دب کے بات کروں
ہزار سانپ ہے لیکن خزانے والا نہیں

اب اپنے دل کو کوئی کس قدر کرے گا بڑا
وہ فیل تن تو کہیں بھی سمانے والا نہیں

پولیس میں اُسے کیونکر لیا نہیں جاتا
اگر دماغ بھی اُس کا ٹھکانے والا نہیں

غبارِ شہر میں اٹ کر بنا ہوں بھوت ظفؔر
سو اب یہ چہرہ کسی کو دکھانے والا نہیں



تیاریاں

کیا بتاؤں وقت کتنا اس میں ہو جاتا ہے کھیت

جب کہیں پر میں بلایا جاتا ہوں کنبے سمیت

میری تیاری میں ہو جاتے ہیں چٹ۔۔۔۔پندرہ منٹ

اور بچے

بیس منٹوں میں ہی ہو جاتے ہیں او کے، خیر سے

ہاں مگر بیوی مری!

تین گھنٹوں میں بھی ہو جائے اگر تیار تو خوش قسمتی!!

غیر کو اپنا بناتے ہو، غضب کرتے ہو
اور پھر جان چھڑاتے ہو، غضب کرتے ہو

اِن سے گلقند بناتے تو افادہ ہوتا
پھول جوڑے میں سجاتے ہو، غضب کرتے ہو

اور ہر جنس میں حاصل ہو کفالت جیسے
میٹرو بس ہی اُگاتے ہو، غضب کرتے ہو

یاد رکھنا تھا تمھیں شیر کہا جاتا ہے
ڈھینچوں ڈھینچوں کیے جاتے ہو، غضب کرتے ہو

اپنے چہرے کی جو کالک ہے، اُسے بھی دیکھو!
آئینہ سب کو دکھاتے ہو، غضب کرتے ہو

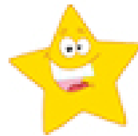
کاٹ کھانے کے لئے ڈھونڈتے ہو موقع بھی
ساتھ میں دُم بھی ہلاتے ہو، غضب کرتے ہو

سر میں افکار کی خشکی ہے یا کلفت کی جوئیں
ہر سے تم جو کھجاتے ہو، غضب کرتے ہو

زن مریدی کا بھی مل سکتا ہے طعنہ تم کو
ہاتھ بیوی کا بٹاتے ہو، غضب کرتے ہو

فرق کشکول میں اور توند میں کچھ تو رکھتے
اپنی بھد آپ اُڑاتے ہو، غضب کرتے ہو

اُس کو ہر لفظ کا مطلب بھی بتانا ہو گا
یہ غزل کس کو سناتے ہو، غضب کرتے ہو



لیڈر نے جو دکھلائے ہیں یوں تو خواب سہانے ہیں
پر یہ حضرت چکر بازی میں استاد پرانے ہیں

جانے یہ خاتون کی حاجت ہے یا کوئی خاص ادا
آنکھوں پر ہے کالا چشمہ، ہاتھوں میں دستانے ہیں

اپنی توند پہ بات آئے تو اوروں کی کب سوجھتی ہے
''اپنی ذات سے عشق ہے سچا باقی سب افسانے ہیں''

یوں تو سب سمجھانے والوں نے ان کو سمجھایا ہے
لیکن بھوت ہیں جو لاتوں کے باتوں سے کب مانے ہیں

قیس کبھی کرتا تھا مزے صحراؤں میں پھرتا تھا کھلا
دورِ نو میں تو بیچارے کی تقدیر میں تھانے ہیں

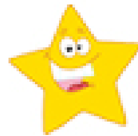
لالہ جی کا طرزِ تکلم خود کش حملہ آور ہے
خاروں خار ہے لہجہ لیکن نام کے وہ ''گل خانے'' ہیں

شانِ خدا کہ مردِ حُر کہلاتے ہیں وہ شوہر بھی
جن کی گھر والی کے تیور یکسر خصماں کھانے ہیں

آپ دیانتداری کا تعویز بنا کر باندھ رکھیں
آج کی دنیا میں عزت کے وکھرے ہی پیمانے ہیں

بھینگی سوچ کے حامل ٹھہرے ٹاکنگ شو کے دانشور
جن کو اہلِ نظر کہتے ہیں کچھ اندھے کچھ کانے ہیں

خوباں کی گلیوں میں ان کو اِتنے دھکے پڑتے ہیں
دِل والوں کے لئے حوادث بھی اب کھنڈ کھانے ہیں



کیوں نہیں

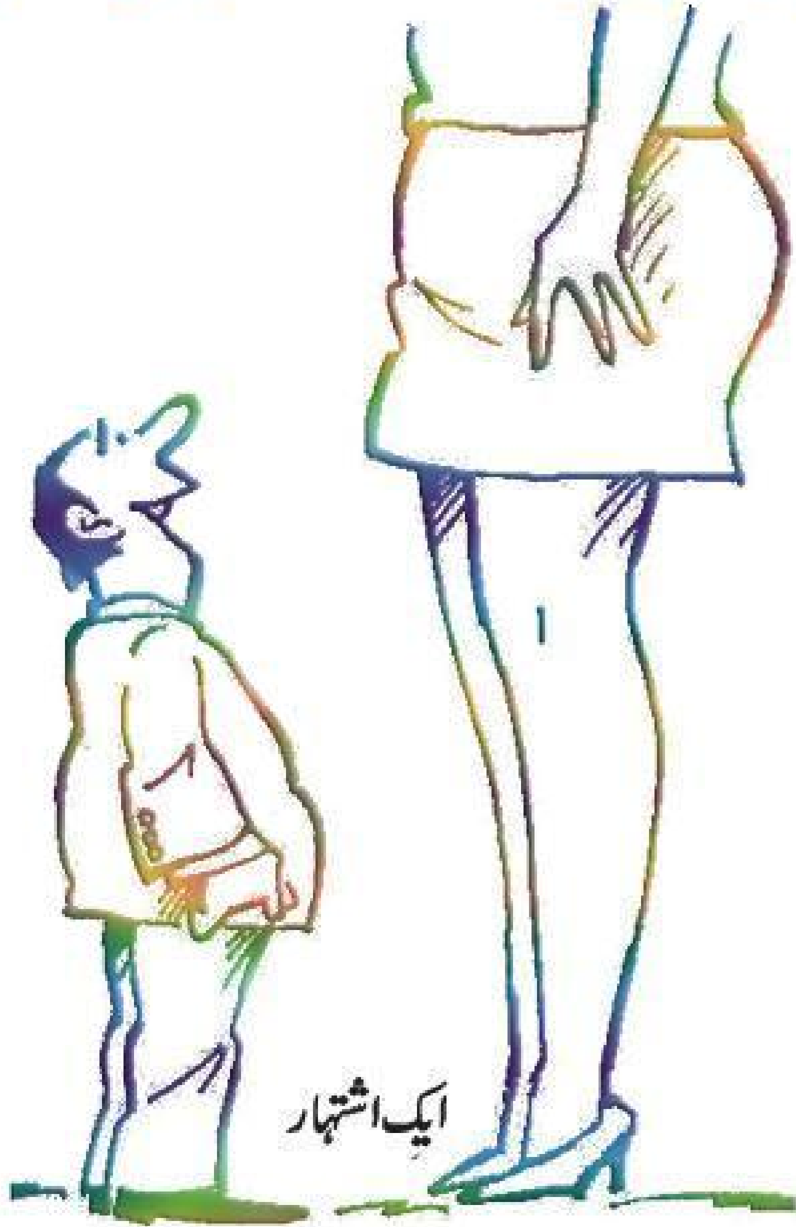
جب یہ ملک وقوم اُن کے باپ کی جاگیر ہے
ایک اُن کے ہاتھ سے بجتی ہے تالی کیوں نہیں

حکمرانوں میں چھوٹے ہیں اسی احساس کے
عدلیہ اب تک ہمارے گھر کی لونڈی کیوں نہیں

PICK n DROP

جب بھی جمہوریت کے نام لگا
کارہائے فلاپ کا ذمہ

مارشل لا نے لے لیا بڑھ کر
اس کے پک اینڈ ڈراپ کا ذمہ



خاصا لمڈھینگ ہے یاں حُسنِ تر

دوبدو گفتگو جو کرنی ہے

سیڑھیاں دستیاب ہیں رینٹ پر

بس اتنی بات پہ امّاں کے روبرو تو ہے
کہا تھا میں نے تجھے میری آرزو تو ہے

میں مارکیٹ میں جاتا ہوں گھوم پھر کے بہت
لگا ہے جس کی وجہ سے یہ کرفیو تو ہے

ترا تو کام ہی جلتی پہ تیل ڈالنا ہے
ہمیشہ باعثِ ہنگامِ ہاؤ ہُو تو ہے

تری بہو بھی کہے گی تجھے "کڑک مرغی"
جو کل کو ساس بنے گی وہی بہو تو ہے

پلوں کے نیچے سے پانی گزر چکا خاصا
نہ میں وہ میں ہی رہا ہوں نہ ویسا تو تو ہے

اندھیرے میں ترے ''پپا'' سے ماجرائے دِل
میں کہہ گیا، یہ سمجھ کر کہ دوبدو تو ہے

''نہیں'' کو ''ہاں'' میں بدلنا تجھے نہیں آیا
جو ہونے دیتا نہیں مجھ کو ون سے ٹُو تو ہے

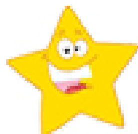
گئی تھی اس میں جو میری ہی عمر کی۔ تو تھی
یہ پارلر سے جو نکلی ہے خوبرو، تو ہے

پچپاسویں سے بھی بھولے نہیں یہ سچ کہنا
''خدا گواہ میری پہلی آرزو تو ہے''

اگرچہ ہر کوئی لاحول پڑھتا ہے تجھ پر
یہ اور بات کہ ہم سب کا اِک گرو تو ہے

تری ہوس ہے جو تجھ کو اڑنگی دیتی ہے
نہیں ہے اور کوئی بھی ترا عدو تو ہے

نہ چاپلوسی کی بو ہے نہ رنگِ زیبائش
یہی وجہ ہے کہ گلشن میں بے نمو تو ہے



شاعر بنے تو ساتھ ہی نقاد ہم ہوئے
یوں آپ اپنے ہاتھ سے ایجاد ہم ہوئے

بیکار تھے سو عشق بھی کرنا تھا لازمی
شیریں تھا اُس کا نام سو فرہاد ہم ہوئے

کچھ اور بن نہ پائے کہ میرٹ کی بات تھی
سرکاری درسگاہ میں استاد ہم ہوئے

تم ہم کو پی ٹی آئی کا ورکر نہ جان لو
"یہ سوچ کر نہ مائلِ فریاد ہم ہوئے"

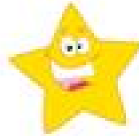
دو چار جامعات سے سودا بنا لیا
دولت ملی تو صاحبِ اسناد ہم ہوئے

لوہے کے کاروبار کو آگے بڑھا لیا
کہتے ہیں پولیٹکس میں فولاد ہم ہوئے

بس قد بڑھانے کے لئے نسخہ یہی ملا
بونوں کے درمیان تو شمشاد ہم ہوئے

بیلنس کے واسطے ہی سہی فون تو کیا
صد شکر ہے کہ آپ کو کچھ یاد ہم ہوئے

شادی شدہ تھے شادی شدوں کی طرح رہے
کب رائے دینے کے لئے آزاد ہم ہوئے



جو سرمایہ نہیں رکھتے تجارت کر نہیں سکتے
نہ ہوں جب دام پلّے تو سیاست کر نہیں سکتے

عوام الناس کی جو لیڈرانِ قوم کرتے ہیں
کبھی حجام تو ایسی حجامت کر نہیں سکتے

نہ ہو جب کیمرہ ، امداد بھی بانٹی نہیں جاتی
اگر کوریج نہ ہو تو قوم کی خدمت کر نہیں سکتے

جو سچ کو ہی نہ جھٹلائیں تو کالے کوٹ کیوں پہنیں
جو منہ پر جھوٹ نہ بولیں وکالت کر نہیں سکتے

محلے والے گردن ناپنے کو آ ٹپکتے ہیں
سو اب استاد جی کھل کر ریاضت کر نہیں سکتے

بچا کر ہاتھ پاؤں عشق فرماتے ہیں اب عاشق
کبھی مجنوں میاں جیسی حماقت کر نہیں سکتے

جو منہ میں گھنگھیاں نہ ڈال پائیں، ملک تو کیا ہے
کسی بزمِ سخن کی بھی صدارت کر نہیں سکتے

محبت جس کو کہتے ہیں، یہ ایسی قید ہوتی ہے
کہ ہم تم جس میں تدبیرِ ضمانت کر نہیں سکتے

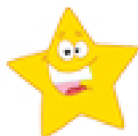
سیاسی شیر ہیں جو باریوں پر ہو گئے راضی
جو اصلی شیر ہیں وہ تو شراکت کر نہیں سکتے

اُدھر پنکی ہے جو ماں باپ سے کٹ کھا نہیں سکتی
اِدھر ہم ہیں کہ دنیا سے بغاوت کر نہیں سکتے

نجانے شوق سے کیوں ووٹ دیتے ہیں الیکشن میں
اگر ہم جان کر کارِ حماقت کر نہیں سکتے

شریفوں کے لئے تو ملک بھی لوہے کی بھٹی ہے
حکومت کر رہے ہیں گو حکومت کر نہیں سکتے

پئے تحریف غزلیں آپ دامن گیر ہوتی ہیں
وگرنہ نغزگو ایسی شرارت کر نہیں سکتے



گونواز گو

اہلِ وطن میں شور بپا گو نواز گو
بولیں اٹھا کے سر پہ سماء گو نواز گو
قربانی کی ہے عید تو قربانی ہے ڈیو
یا الوداع خان ہے یا گو نواز گو
ایسی فضا ہے اپنے وطن میں بنی ہوئی
بکروں کا غلغلہ بھی لگا گو نواز گو
نورے کے دو برس بھی مکمل نہیں ہوئے
کیوں چیختی ہے خلقِ خدا گو نواز گو
بالغ نظر ہی اس کے لئے مضطرب نہیں
بچے بھی نعرہ زن ہیں جدا گو نواز گو

غوغائے ''ڈر دفعان'' ہوا اس قدر کہ کل
قبروں سے آ رہی تھی صدا گو نواز گو

بچے نے ماں کے پیٹ میں دھرنا دیا بہت
نکلا تو نعرہ زن یوں ہوا گو نواز گو

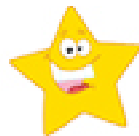
جب تک میں ''گو نواز'' کا چورن نہ پھانک لوں
ہوتی نہیں ہے ہضم غذا گو نواز گو

آئے ہوئے ہیں تنگ جب اس سے گلے گلے
کیوں آپ سے کہا نہ گیا گو نواز گو

جمہوریت کے درد سے پہلے تو ہاشمی
نعرے بہت لگاتا رہا گو نواز گو

آئے ہیں جوش میں تو زباں ہی پھسل پڑی
خود نون لیگیوں نے کہا گو نواز گو

یہ المیہ ہے جس کو بھی دیتے ہیں ووٹ ہم
پھر کہتے ہیں بطرزِ نوا گو نواز گو



اُن کی محفل میں بہت جن کو مچلتے دیکھا
اُن کو ماتھے پہ لگاتے ہوئے "پلتے" دیکھا

لوگ کہتے تھے کہ کنسرٹ ہے سنگر کا مگر
ہم نے اسٹیج پہ بندر کو اچھلتے دیکھا

بیویاں میکے سے واپس بھی پلٹ آتی ہیں
ایسی آفت کو وظیفوں سے نہ ٹلتے دیکھا

اُلٹے قدموں سے میں آیا تھا جہاں سے واپس
اپنے قدموں کو اُسی راہ پہ چلتے دیکھا

منہ سے شعلوں کو نکالا ہے مداری نے عبث
ہم نے لیڈر کو تو ہر روز اُگلتے دیکھا

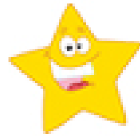
کوچۂ یار میں رکھتے نہیں وکھری ٹائپ
ہم بھی پھسلیں گے جو اوروں کو پھسلتے دیکھا

اشک خاتون کی آنکھوں میں جہاں بھی آئے
دیکھتے دیکھتے پتھر کو پگھلتے دیکھا

کارِ الفت میں بھلا عشق کے ناخن کیا لیں
افلاطونوں کو بھی جب اس پہ ''چولتے'' دیکھا

بزمِ یاراں میں بہ عنوانِ لطیفہ بازی
اک گٹر تھا کہ جسے ہم نے اُبلتے دیکھا

اور ہی کوئی اُڑا لے گیا پنکی کو ظفرؔ
ہم بھی ششدر ہیں، رقیبوں کو بھی جلتے دیکھا



(احمد فراز مرحوم کی ایک معروف غزل کی پیروڈی)

یوں ڈھیٹ اور زیادہ کہیں نہ ہو جائیں
سو بن بلائے کی دعوت سے اب چلو جائیں

کہاں ہیں صید کہ جو فائلوں کے پیچھے تھے
کوئی پکارو کہ ہم بھی کسی کو چو جائیں

جہاز سر سے گزرنے تھے وہ تو گزریں گے
مگر یہ آپ کو کھنگ کیوں ہے، آپ تو جائیں

الجھنا ہے ترے سودائیوں نے شادی میں
یہ سادہ لوح بھی پاگل کہیں نہ ہو جائیں

ہماری بیوی کو بابل کی یاد آئی ہے
چلو کہ مقتل سسرال دوستو جائیں

یہ گھر کی کُنڈی تو کھلتی نظر نہیں آتی
یہیں تھڑے پہ ہی آؤ ظفر جی سو جائیں



میک اپ

جب بھی ہم نے پوچھا کس دی ہے تاریخ
میک اپ سے تدوینِ حُسن ہے یا تنسیخ
ایسے میک اپ سے حاصل
اُترے تو دہلا دے دل
بھوت بھی دیکھے تو نکلے اُس کی بھی چیخ

داماد کو قلّاش بنایا نہیں کرتے
تنگ اُس پہ یوں سسرال بنایا نہیں کرتے

بچوں کے سوا بھی ہیں پروجیکٹ بہت سے
ماڈل نیا ہر سال بنایا نہیں کرتے

تم خود ہی زمیں بوس نہ ہو جانا اُلجھ کر
اوروں کے لئے جال بنایا نہیں کرتے

مہمان تو آیا نہیں گھر میں کوئی بیگم
ہر روز یونہی دال بنایا نہیں کرتے

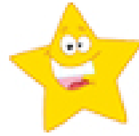
ہر لعل اُڑاتے نہیں زنبیلِ ہنر کا
ابلیس کو کنگال بنایا نہیں کرتے

یادوں کی ادا کرتے ہیں کچھ آپ بھی قیمت
ہر کال کو مس کال بنایا نہیں کرتے

دعویٰ بھی وہ کرتے ہیں محبت کا مسلسل
سیلفی بھی مرے نال بنایا نہیں کرتے

آ سکتے ہیں عشاق تری کار کے نیچے
یوں چال کو بھونچال بنایا نہیں کرتے

سچائی میں مرچیں تو بہرحال ملیں گی
اس بات پہ منہ لال بنایا نہیں کرتے



وہ کاٹھ کے اُلو ہیں اگر میری نظر میں
ویسا ہی نظر آتا ہوں اُن کو بھی ڈفر میں

دفتر میں یونہی رعب جماتے نہیں صاحب
گھر والی سے جوتے بھی تو کھاتے ہیں وہ گھر میں

اس دور میں بس صاحبِ ادراک وہی ہے
ہر بات جو کرتا ہے اگر میں یا مگر میں

جا جا کے رقیبوں سے پٹے ہیں سرِ راہے
''دیوانے کبھی چین سے رہتے نہیں گھر میں''

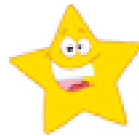
گھر والی نے پنڈال بنا رکھا ہے گھر کو
رہتا ہوں ہمہ وقت میں ہنگامِ غدر میں

رانجھے کے موبائل میں بھی نمبر ہے اُسی کا
مجنوں ہی گرفتار نہیں لیلیٰ کے شر میں

محبوبہ مہکتی سی لہکتی سی غزل ہے
اور ہجو ہے بیوی کسی شوہر کی نظر میں

اب اُس سے گلہ کوئی کرے بھی تو کرے کیا
وہ شوخ ستم کو بھی سمجھتا ہے ہنر میں

کیا تجھ سے سنیں شعر سرِ بزمِ سخن ہم
مرچیں سی ملائی ہیں ظفرؔ تو نے شکر میں



بجلی کا بل

فلک بوس ہونے لگیں قیمتیں
گرانی کا بھونچال دہلا گیا

ظفر اب تو بجلی میں اتنا نہیں
جو بجلی کے بل میں کرنٹ آ گیا

لوڈشیڈنگ کی برکتیں

لوڈشیڈنگ رہتی ہے میرے دیس میں شب بھر
بس اسی سبب سے کچھ باہنر بنا ہوں میں

رات بھر اسی کی تو مشق کرتا رہتا ہوں
مچھروں سے لڑ لڑ کر ریسلر بنا ہوں میں

یہ تیرا آنا۔۔۔

(۲۰۱۳ء میں سیاسی ہلچل اور علامہ طاہر القادری کی وطن آمد)

اُڑنے کو ہے ایک جہاز کنیڈا سے
کنٹینر والی سرکار کی آمد ہے
بائیس جون کو حشر سے ڈیٹنگ ٹھہری ہے
چیختے چلاتے اخبار کی آمد ہے
دامانِ صد چاک کے دیدے پھیلے ہیں
اہلِ جبہ و دستار کی آمد ہے
امپوٹڈ لیڈر کی بڑھکیں جاری ہیں
مولا جٹ جیسے فنکار کی آمد ہے
نورے سے ہیں نورا کشتی کی باتیں
ہتھ جوڑی کو جوڑی دار کی آمد ہے
ایرے غیرے نتھو خیرے دور دفع
قوم کے نمبر ون غمخوار کی آمد ہے
شور مچاتے زور دکھاتے ہیں چیلے
ان کے گروِ ذی وقار کی آمد ہے

تبدیلی کا من و سلویٰ اُترے گا
یہ مت سمجھو کہ بیکار کی آمد ہے

آج تو لگتا ہے یہ اپنا پاک وطن
بھوت نگر ہے اور اشرار کی آمد ہے

اس کی باتوں اور گھاتوں سے لگتا ہے
اپنی میڈ سے کردار کی آمد ہے

دین کو موم کی ناک بنا کر رکھا ہے
مفتیِ مشکوک افکار کی آمد ہے

دنیا داری کے پیچھے بولائے ہوئے
وکھری ٹائپ کے دیں دار کی آمد ہے

جس دھرتی میں رہنا بھی منظور نہیں
اُس میں شیخِ طرحدار کی آمد ہے

چاکنگ سے ہیں شہر کی دیواریں کالی
اِیک طہارت کیشھکار کی آمد ہے

دولت اپنا آپ دکھاتی پھرتی ہے
ملک میں درہم و دینار کی آمد ہے

تقریریں بھی ہوں گی نعرے بھی ہوں گے
ملک میں پھر سے ہاہاکار کی آمد ہے

لفاظی یوں اُن کے لبوں سے جھڑتی ہے
جیسے شاعر پر اشعار کی آمد ہے

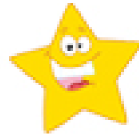
اللہ اللہ اِن کی گرج اور اِن کی چمک
ٹھنڈے دیس سے اِک انگار کی آمد ہے

مُشتِ خاک سے بڑھ کر تو اوقات نہیں
لیکن لگتا ہے بمبار کی آمد ہے

اہلِ وطن کے ''بارہ'' بجنے والے ہیں
ارضِ وطن میں اک ''سردار'' کی آمد ہے

لاشوں کے زینوں پر چڑھنا سیکھ لیا
کُرسی کے ازلی بیمار کی آمد ہے

پہلے بھی وہ جیسے آئے ویسے گئے
تو کیا ویسی ہی اِس بار کی آمد ہے



نوجواں کیسے بچیں سسرالیوں کی گھات سے
مینڈکی بچ پائی ہے کب نزلۂ برسات سے

المیہ ہے ، اس کی سچائی کے ہیں سارے گواہ
متفق کوئی نہیں ہے آئینے کی بات سے

کیوں نہیں ہوتا اثر میری کسی بھی بات کا
کیا خبر کہ دل بنا ہے یار کا کس دھات سے

جب کسی شادی شدہ نے ان کو گائیڈ کر دیا
تیر ہو جائیں گے مجنوں بھائی بھی بارات سے

آدمی تم میں سے کوئی بھی نظر آتا نہیں
سچ کہو تم سب کی نسبت تو نہیں جنات سے

اپنی آئی پر جب آجائے تو چلتا ہے پتہ
میری بیوی کم نہیں ہے ملکہ ٔ جذبات سے

تادمِ تحریر ایسی جنس دنیا میں نہیں
کہ پکارا جائے جس کو لفظ ''مستورات'' سے

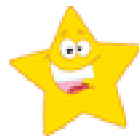
رابطے مفقود ہوں تو بات بن سکتی نہیں
بات کر ظالم کہ کوئی بات نکلے بات سے

لال پیلے چینلوں کی زد میں ہیں آئے ہوئے
اب مفر حاصل ہے کس کو آگہی کی لات سے

اینڈتے پھرتے ہیں وہ لنڈے کے کپڑے پہن کر
ڈر ہے کہ باہر نہ ہو جائیں کہیں اوقات سے

شعر کیا پوری غزل اٹکی ہوئی ہے غالباً
پیٹ میں یونہی اپھارا سا نہیں ہے رات سے

ہیں ظفر صاحب بھی کچھ نہ کچھ پڑھے لکھے مگر
مطلقاً لگتے نہیں حرکات سے سکنات سے



اب نہیں جاتے اُس گلی میں ہم
آ گئے ہیں کسی تڑی میں ہم

تم سے کہہ دیں تو بلوہ ہو جائے
سوچتے ہیں جو جی ہی جی میں ہم

ہائے چکنے گھڑے ہیں ہم کتنے
مسکراتے ہیں اس صدی میں ہم

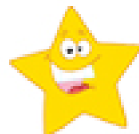
ہیں ہماری ثقافتوں کے امیں
جن کو کہتے ہیں ہی نہ شی میں ہم

عقدِ ثانی کی کوششوں میں ہیں
انٹرسٹڈ ہیں خودکشی میں ہم

اینڈ ھتے پھرتے ہیں وہ رتبوں پر
اور ھستی و نیستی میں ہم

زندگی بھر نہ پا سکے پینشن
گھر جوائی کی نوکری میں ہم

نیب والوں کا دستِ شفقت ہے
''ہیں بہت تیز روشنی میں ہم''
خاک چاٹی ہے ہر زمانے کی
خوار ہیں زعمِ آگہی میں ہم
سگِ لیلیٰ سے کرتے ہیں چہلیں
بی بی لیلیٰ کی دلبری میں ہم
حرصِ زر سے ہوئے ہیں بدشکلے
اب کہاں جونِ آدمی میں ہم
تین وہ بھی جہیز میں لائی
اور رکھتے تھے دو بری میں ہم
کچھ تو کہتے تھے وہ محبت میں
کچھ تو سنتے تھے گوجری میں ہم
کھاتے آئے ہیں پٹخیاں کیا کیا
زندگی کی شناوری میں ہم
اُن کے پلے ظفرؔ پڑے نہ پڑے
بات کرتے ہیں شاعری میں ہم



انگلیاں دانتوں میں مت داب، مرے اپنے ہیں
گو نہیں مجھ سے جد و آب، مرے اپنے ہیں

کھینچتا جانتے ہیں پاؤں سے نیچے کی زمیں
اِن کے ذمے ہے یہی جاب، مرے اپنے ہیں

چٹکیاں بھرنے کو سب داؤ لگا لیتے ہیں
یہ الگ بات کہ احباب مرے اپنے ہیں

سب اڑنگی مجھے دینے پہ کمر بستہ ہیں
اور یہ گوہرِ نایاب مرے اپنے ہیں

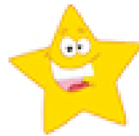
یونہی کہتا نہیں یاروں کو ہونق و چول
مل چکے ہیں مجھے القاب، مرے اپنے ہیں

اور لوگوں کو میں کہتا ہوں سلوشن کے لئے
پیدا کردہ یوں تو اسباب مرے اپنے ہیں

آئینے جھوٹ کے خوگر نہیں تسلیم مگر
آئینہ خانوں کے آداب مرے اپنے ہیں

میرے بچوں سے ہے ہر وقت کوئی ہنگامہ
یہ سبھی رستم و سہراب مرے اپنے ہیں

مانگے تانگے کے نہیں میرے خیالات ظفر
مجھ میں جو ہیں پر سرخاب مرے اپنے ہیں



حیرانی

آدھی رات کو جب دشمن نے شبخوں مارا
رہ گئے سارے دنگ

لشکر کا ہر ایک سپاہی جیت چکا تھا
خوابوں میں یہ جنگ

تم (لوٹے)

(امجد اسلام امجد کی نظم "تم" کی پیروڈی)

تم جس شو میں آن کے چمکو
اس کا رنگ الگ
جس لیڈر کی بولی بولو
اس کا ڈھنگ الگ

جس مخلوق کو فول بناؤ
وہ ووٹر کہلائے
جس کرسی پر انگلی رکھ دو
خود تشریف کو آئے

پہلا روزہ

چھیڑتے ہیں ہمیں سب کہہ کے ''دُخانی انجن''
بسکہ جاں دادۂ تمباکو ہے یہ دل خاصا

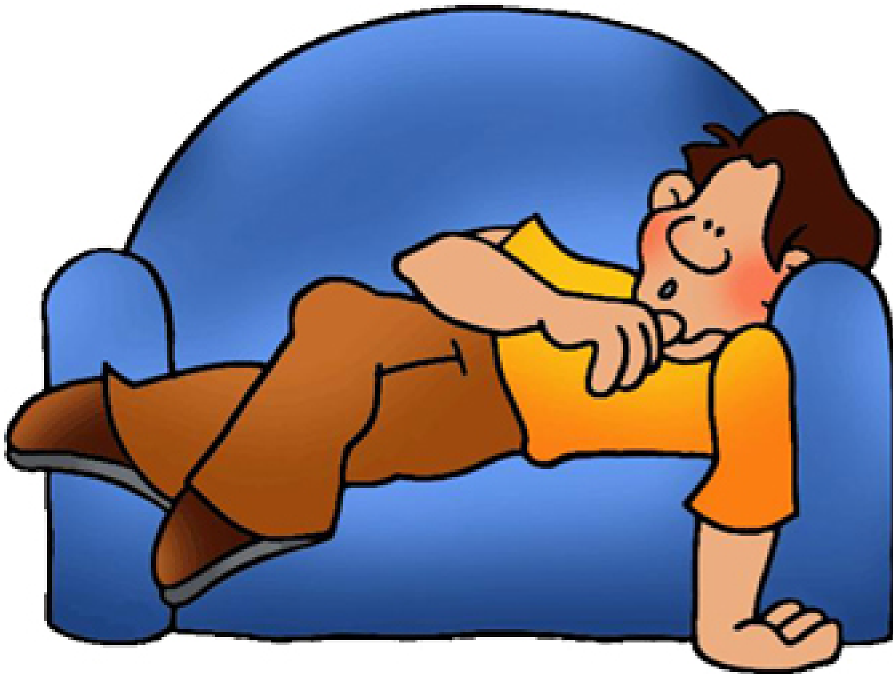
ہم کو بھی سے پکڑ لیتی ہے ''سگریٹ نوشی''
پہلا روزہ ہے ہمارے لئے مشکل خاصا

اجزائے ترکیبی

نظمِ قومی میں ہم تم
اس ترتیب کے عادی ہیں

تخت ہے رسہ گیروں کا
سچے لوگ فسادی ہیں

کاہل



کیوں بُلاتے ہو اِس ہشیائی ہوئی ٹولی میں
مجھ کو آرام سے سونے دو مری کھولی میں
زندگی کا یہ نظریہ ہے مرا
ساری مخلوق کا رازق ہے خُدا
آم پک جائیں تو خود آ کے گریں جھولی میں

تمھارے ویر کی مونچھوں سے گڑبڑائے ذرا
وہ دل کی بات زباں پر نہ لانے پائے ذرا

خلیج کوئی بھی ناقابلِ عبور نہیں
کسی بھی شام وہ دیکھے پلا کے چائے ذرا

وہ جس کو شوق تھا ہر بت پہ مرنے مٹنے کا
رہائشِ دل و جاں کے بھرے کرائے ذرا

پڑوسیوں کو بھی بے خوابیوں کی ڈوز ملے
''غزل سمجھ کے مجھے کوئی گنگنائے زرا''

مسابقت میں اُسے ''پی ٹی آئی'' سی دوں گا
جنابِ قیس مجھے دشت میں بلائے ذرا

دیا نہ ہو میری صحت پہ مجھ کو طعنہ کوئی
کہا ہے اُس نے مجھے کیسے ''ہائے گائے'' ذرا

میں اُس کی چپ کے ہنر کو سلام پیش کروں
وہ کم سخن جو سرِ بزم ہنہنائے ذرا

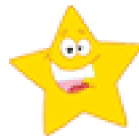
مری خودی تو بہر طور سر بلند رہے
نہ گدگدی ہو اگر وہ بھی گدگدائے ذرا

اگرچہ کہنے کو وہ ہے بہت شریف النفس
چبا ہی جائے کوئی داڑھ میں جو آئے ذرا

جمع کے صیغے میں فربہ بدن پہ طنز نہ ہو
کوئی سمجھنے کی کوشش کرے کنائے ذرا

وہ بے نیازی سے کہہ بیٹھتا ہے اب بھی ''دفع''
میں اُس سے روٹھوں تو وہ بھی مجھے منائے ذرا

ظفرؔ کو یونہی تو شاعر نہ مانا جائے گا
وہ اونٹ کی طرح محفل میں بلبلائے ذرا



عشق دیوانہ ہوا شوخوں کا میلہ دیکھ کر
آگئے شکرے کئی چڑیوں کا چمبا دیکھ کر

بال کٹوا کر ملی ہو گی بڑی آسودگی
ٹنڈ کرواتے، ہمیں بھی لطف آتا دیکھ کر

جس کو بھی موقع ملا اُس نے کسر چھوڑی نہیں
ہاتھ دھونے لگ گیا ہے بہتی گنگا دیکھ کر

سب مریدِ تو ند ہیں، افسوس کا ہے کا، اگر
ہم وفاداری بدل لیں دال دلیا دیکھ کر

باہمی نسبت یقیناً ہے کوئی خود کار سی
لیڈروں کی یاد آ جاتی ہے لوٹا دیکھ کر

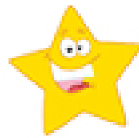
کام نہ آئے گی پھر لاحول کی کوئی سپر
اِک چپت جڑ دیں اگر ہم سر کو ننگا دیکھ کر

ٹاک شو کے غلغلوں کا لطف آتا ہے بہت
یا بٹیروں کی لڑائی کا تماشا دیکھ کر

عقل کو رکھنا ہے باڈی گارڈ راہِ زیست میں
حُسنِ کافر ٹھگ نہ لے مجھ کو اکیلا دیکھ کر

نغز گوئی کو سمجھتا ہے وہ کوئی میڈیسن
چچا غالب یاد آئے جس کا چچا دیکھ کر

جو گِلے کا سوز تھا وہ بھی گلے میں آ گیا
ہو گئے سب فین شاعر کم گویا دیکھ کر



بقدرِ جراتِ اظہار جھوٹ بولتے ہیں
تمام شہر کے اخبار جھوٹ بولتے ہیں

خود اپنے بچوں کی گنتی بھی یاد رہتی نہیں
جناب شیخ بھی ناچار جھوٹ بولتے ہیں

زیادہ جھوٹ نہیں بولتے کبھی لیڈر
یہ صرف پیر تا اتوار جھوٹ بولتے ہیں

میں مانتا ہوں کہ جھوٹے ہیں سب کے سب شاعر
یہ دیکھ کتنے مزیدار جھوٹ بولتے ہیں

یہ اشتہار ہواؤں میں ہیں محل کی طرح
تمام تر در و دیوار جھوٹ بولتے ہیں

اگرچہ کہنے کو سچائیوں کے داعی ہیں
کبھی کبھی سرِ بازار جھوٹ بولتے ہیں

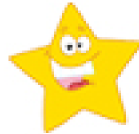
یہی وطیرہ ہے سب لیڈرانِ قومی کا
ہمیشہ ہر جگہ ہر بار جھوٹ بولتے ہیں

یہ ٹاک شو کے بجیلے ہیں کس جہان کی شے
جو روز و شب یونہی بیکار جھوٹ بولتے ہیں

ہمیں کو کلفتیں کیسی ہیں بے وفائی پر
سبھی سے یارِ طرحدار جھوٹ بولتے ہیں

ہم ایسے ہیں، درِ ابلاغ باز ہو جائے
تو کر کے روزنِ دیوار جھوٹ بولتے ہیں

ظفرؔ میاں یہ تقاضہ ہے دورِ حاضر کا
کہ آج کل تو سمجھدار جھوٹ بولتے ہیں



(غلام مصحفی ہمدانی کی غزل کی پیروڈی)

جو دل تیرے کوچے میں لاتا رہے گا
ترا ویر تو تلملاتا رہے گا

نہ جاگیں گے خوابیدہ خواب عدم سے
کوئی بینڈ باجے بجاتا رہے گا

گر اب کے الیکشن میں آئے گا لیڈر
تجوری شکم کی بڑھاتا رہے گا

ہے شرطِ مروت کہ چائے پلاؤ
کہاں تک مجھے ٹالے جاتا رہے گا

بالآخر وہ آئے گا نیچے چھری کے
کہ کب تک وہ بغلیں بجاتا رہے گا

پھر

پھر اُس نے پوچھا اپنی غزل کے بارے میں مجھ سے
پھر تبصرے پر اک ناگواری چہرے پہ آئی
پھر سمجھو ہم میں پڑنے کو ہے اک لمبی جدائی

کچھوا

اِس قدر دیکھا نہیں کرتے نگاہِ رحم سے
اِس قدر سمجھا نہیں کرتے ہیں کچھوے کو حقیر

دیکھ لینا گورنمنٹ کے ہاتھ جب بھی لگ گیا
پانی و بجلی کا بن جانا ہے اس نے بھی وزیر

گورنمنٹ پالیسی

اب کے تو بفضلِ خدا جمہوریت کے نام پر
لیڈر کو ہے سب کچھ روا جمہوریت کے نام پر

معلوم ہے سب کو ظفرؔ مینڈیٹ جعلی ہے مگر
ہے آج کھوٹا بھی کھرا جمہوریت کے نام پر

حسین لوگ نہ لائیں گے پیار کا موسم
تو مشتہر نہیں ہو گا شکار کا موسم

سنا ہے نام بھی اُن کا ''بہار بیگم'' ہے
''وہ جن کے آنے سے آئے بہار کا موسم''

وہ ووٹ لینے کو آئیں گے پھر سے منہ دھوئے
اگرچہ بیت چکا اعتبار کا موسم

کسی کا عقد ہے سو تاڑوں کی چاندی ہے
کسی گلی میں ہے حُسن و سنگھار کا موسم

کیا تھا یونہی ذرا اختلاف سسروں سے
طویل عرصے سے ہے تو تکار کا موسم

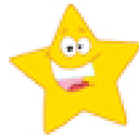
تمھارے ویر کے تیور نے ٹھپ دیا ہے ہمیں
بلاتا رہ گیا شہرِ نگار کا موسم

یہ وہ بطخ ہے جو سونے کا انڈہ دیتی ہے
بدلنے دو نہ غریب الدیار کا موسم

طلسم کیسا کیا واپڈا کے لوگوں نے
سکوں کی رُت ہے نہ کوئی قرار کا موسم

جناب شیخ کے ذمے ہے ٹیم کرکٹ کی
سو اُن کے گھر میں ہے پھر سے اچار کا موسم

وہ گھومتے نظر آتے ہیں گاڑیوں میں ظفر
مرے نصیب میں گرد و غبار کا موسم



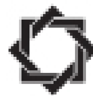
ہُن میں کی کراں؟

آنے والے نے یہ پوچھا کیا ہوا؟
ہو گیا ویران کیوں گھر آپ کا؟
گھر کا ساماں کیوں نظر آتا نہیں؟
کیا کہیں اسٹور میں رکھوا دیا؟

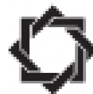
گھر کی بی بی نے کہا، ایسا نہیں اے نقطہ رس !
میری بیٹی کا ہوا ہے عقد پچھلے ہی برس
اب اُسے جس شے کی پڑتی ہے ضرورت گاہ گاہ
وہ اُسے اُٹھوا کے لے جاتی ہے،ہُن میں کی کراں دس!

بس کرو!!

بھلا سرپھٹول ان کی خاطر ہے کیوں دوستو!
نہیں رینگتی جس کے کانوں میں جُوں دوستو!
یہ سوچو! ارے!!
تمھارے لئے
کبھی یہ لڑے
خدا سے ڈرو۔۔۔۔ اجی بس کرو



جو لیڈر ہے ذاتی مفادات کا یار ہے
شکم ہی وہ نقطہ ہے جس کی یہ پُرکار ہے
یوں چل چل پڑیں
جو کھاپے دکھیں
سبھی ایک ہیں
نہ باہم لڑو۔۔۔۔ اجی بس کرو



رہے ہیں سیاسی جماعتوں میں کب فاصلے
سو لیڈر بھی لوٹوں کی صورت لڑھکنے لگے
اِدھر یا اُدھر
یہ جائیں جدھر
لگے اپنا گھر
میاں چھوڑ دو۔۔۔۔اجی بس کرو

کسی بھی ازم سے کسی کو کہاں کام ہے
نظریہ بھلا کون سی چڑیا کا نام ہے
یہ رطلِ گراں
کسی سے یہاں
اُٹھے گا کہاں
اے دیدہ ورو!۔۔۔۔اجی بس کرو

کب کسی کو رہنما درکار ہے
ووٹروں کو بس گدھا سرکار ہے

صرف موبائل کا بیلنس چاہئیے
یا سہاگن کو پیا درکار ہے

اب یہی مخلوق پائی جاتی ہے
مجنوں لیلیٰ نما درکار ہے

مے نہیں تو آبِ سادہ ہی سہی
ایک ساغر ساقیا درکار ہے

کہہ اُٹھے ذکرِ تجرد پر میاں
زندگی میں یہ خلا درکار ہے

ہم میاں کم شاعروں پر زیست کا
تنگ ہے کچھ قافیہ ، درکار ہے

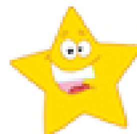
عاشقِ صادق کی حاجت تو نہیں
آپ کو چکنا گھڑا درکار ہے

ہر کوئی ہیرو ہے اپنی رائے میں
ہر کسی کو آئینہ درکار ہے

شاعروں کو شعر سننے کے لئے
شوہروں سا بے نوا سرکار ہے

لیلیٰ مجنوں دوبدو ملتے نہیں
فیس بُک کا رابطہ درکار ہے

شاعری مرہونِ پرفارمس ہوئی
شعر پڑھنے کو گلا درکار ہے



فوٹو اسٹیٹ وہ مدر کی ہے
ساری خُو بُو اُسی کے شر کی ہے

کیمروں کو نہ کھنگ لگ جائے
وہ بہت "سیلفیوں" کا ٹھرکی ہے

وہیں چندھیا گئیں مری آنکھیں
ٹنڈ پر اُن کی جب نظر کی ہے

"مُنچھ نہیں ہے تو کچھ نہیں ہے" میاں
گو یہ کھیتی ہمارے گھر کی ہے

ساری پرموشنیں اُسی کی ہیں
آج جس کی زباں بٹر کی ہے

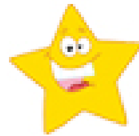
بعض سرکار کے اداروں میں
افسری سے سوا کلرکی ہے

دل کو ڈالو نکیلِ ہوش و خرد
عافیت اب اِسی میں سرکی ہے

چاپلوسی بھی سیکھنا ہو گی
کامیابی کی یہ اگر کی ہے

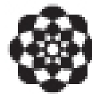
دشمنوں سے گلہ نہیں بنتا
دوستوں نے بھی کب کسر کی ہے

مجھ کو جوکر پکارتا ہے کوئی
داد یہ بھی مرے ہنر کی ہے

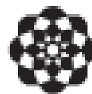


میں نہ مانوں

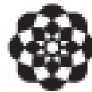
بلب جلتے نہیں ہیں جانے کیوں؟
پی ٹی آئی کی کوئی سازش ہے
پنکھے چلتے نہیں ہیں جانے کیوں؟
طاہر القادری کی بندش ہے



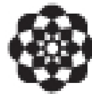
یہ اندھیرے تو جھوٹ بکتے ہیں
لوڈ شیڈنگ تو ہو نہیں سکتی
لوگ کیوں احتجاج کرتے ہیں
قوم پر آ گئی ہے کیا سختی؟



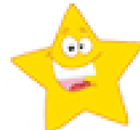
لوڈ شیڈنگ ہو کس طرح پیارے
لوڈ شیڈنگ کے باب میں تو میاں
یہ الیکشن میں دے چکے ہیں بیاں
چھ مہینوں میں ہم مٹا دیں گے



آپ ہیں کس خیال میں حضرت!!!
اُن کے اب مقتدر تو ہونے کی
دو برس سے بھی بڑھ چکی مدت
لوڈ شیڈنگ تو مٹ گئی ہو گی



بلب جلتے نہیں ہیں جانے کیوں؟
پنکھے چلتے نہیں ہیں جانے کیوں؟



(غزل صدیقی کی غزل کی پیروڈی)

بدلا تیری آنکھوں نے اشارہ ہی اچانک
سر ہونے لگا تیرا تو پیا ہی اچانک

کچھ اپنی وفاؤں میں ملاوٹ ہی بہت تھی
کچھ اُس نے دکھایا مجھے ٹھینگا ہی اچانک

بڑھ چڑھ کے جو بھونکو گے تو دب جائیں گے دو جے
یہ طور زمانے کا تو بدلا ہی اچانک

چپ چاپ اچانک اُسے ہونا پڑا چمپت
قرضہ کسی محبوب نے مانگا ہی اچانک

چاہت کا صلہ عقد ہے، مانگیں کہ نہ مانگیں
پڑ جاتا ہے جیون میں یہ مکا ہی اچانک

میرا باس



میں تم کو کیا بتاؤں کیسا ہے باس میرا
صورت کا بھی ہے کالا نیت کا بھی ہے کالا

پر یہ ہے امر صادق
ہرگز نہیں منافق

باہر سے جیسا ہے وہ اندر سے بھی ہے ویسا

اُن کی نظر میں عاشقِ مجبور کچھ نہیں
جمہوریت میں جس طرح جمہور کچھ نہیں

قانون چوہے دان ہے ہم آپ کے لئے
جب اُن پہ بات آئے تو دستور کچھ نہیں

نگنی کا ناچ کیسے نچاتا ہے آپ کو
جب دیکھنے میں وہ بُتِ مغرور کچھ نہیں

بے اُجرتے ہیں ناز اُٹھانے کے واسطے
گویا اوقاتِ بندۂ مزدور کچھ نہیں

آنکھوں سے مت پلائیے، ہاتھوں سے دیجئے
چائے ملے تو بادۂ مخمور کچھ نہیں

اب تو جہاں بھی کھاپے نظر آئیں پل پڑو
اب تو کسی جماعت کا منشور کچھ نہیں

ٹھینگے پہ ہم کو یار نے رکھا ہے عمر بھر
نزدیک تھے تو کیا تھے کہ اب دور کچھ نہیں

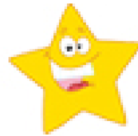
سوغاتِ خاص آپ کی خاطر؟ ضرور جی!!
لیکن ہمارے شہر کا مشہور کچھ نہیں

ویسے تو ہڈ حرام زمانہ کے واسطے
کیا کچھ نہیں ہے، میرا ہی مقدور کچھ نہیں

اِتنا بھی مان اچھا نہیں ہے عزیزِ من
میک اپ نہ ہو تو آپ کی یہ حور کچھ نہیں

آخر کو اپنے حُسن پہ اِترا رہے ہیں کیوں؟
وہ بھی کہ جن کے سامنے لنگور کچھ نہیں

بزمِ سخن میں شعر سُنیں کس طرح ظفر
جب گائیگی و طبلہ و طنبور کچھ نہیں



کہا تھا ہم کو پیارا کس لئے جی
اور اب ''جوکر'' پکارا کس لئے جی

پڑے رہیے گا یونہی پالنے میں
کوئی دے گا ہلارا کس لئے جی

سبھی اپنے گھروں میں ہیں سکوں سے
ہمارے سر پہ آرا کس لئے جی

کسی کے غم میں گھلتا تھا کسی نے
بنا آلو بخارا کس لئے جی؟

ہمارے آپ ہی ڈیفالٹر ہیں!
ہمیں سے پھر ادھارہ کس لئے جی؟

زمانے بھر میں آخر اِک ہمیں کو
''خسارے پر خسارا کس لئے جی؟''

کیا ہے آپ کی فرقت نے ایسا!
میں لگتا ہوں چھوہارہ کس لئے جی؟

گرانٹیں کھاتے آئے ہیں ازل سے
شکم میں اب اُپھارا کس لئے جی

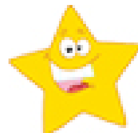
عوام الناس پر لادا گیا ہے
بجٹ کا ہر خسارا کس لئے جی

بہت سی شادیاں کر کے بھی ٹھہرا
وہ سائینس کا کنوارا کس لئے جی

ہمارے شہر میں دھکے نہیں کم
بلاتے ہو ہزارہ کس لئے جی

سبھی فتنے کی جڑ کا پوچھتے ہیں
بتاؤں میں تمہارا کس لئے جی

ظفر کو آپ کہتے تھے فدائی
یہ اب بے اعتبارا کس لئے جی



انقلابی Problems

چلے نہ اور جمہوری ڈرامہ
یہ چاہتے ہیں اسے اب "cut" لگا دیں

جواباً گلو و نومی کی صورت
وہ رستے میں بہت سے "but" لگا دیں

داغ

ٹی وی و اخبار میں کیا ڈھونڈتے ہو آخرش
اشتہاروں میں کھپاتے پھر رہے ہو کیوں دماغ

جو تمھارے نامۂ اعمال میں ہیں دوستو
سرف سے یا ایریل سے دُھل نہیں سکتے وہ داغ

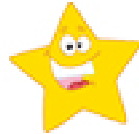
بالائے فہم

آپ کے شیر خوار بچے کی
بات کوئی سمجھ نہیں آتی
طاہر القادری سا لگتا ہے

سیاسی ہلچل

طاہرالقادری کے دھرنے میں
رک گئی ہے بارات رستے میں
وہ بھی ننگا دِکھا کے بات کریں
پارٹی جن کی آئے تانگے میں
مارشل لا کی جستجو کے ساتھ
انقلابات بھی ہیں چھونگے میں
اب کہاں وہ پرانا شیخ رشید
شیخیاں رہ گئی ہیں شیخے میں
کچھ شریفوں میں اِس قدر بھی نہیں
جو شرافت ہے اب شریفے میں
کتنی ڈیٹوں کا اہتمام رہا
آج عمران خاں کے جلسے میں
ثالثی میں پڑے سراج الحق
یا پڑے کوئلے کے دھندے میں

فضل الرحمٰن مضطرب ہے بہت
بوٹیاں ڈھونڈتا ہے ڈونگے میں
چپ چپیتا ہے یوں تو زرداری
دودھ کی آرزو ہے بلے میں
ہو چکے راکھ سرحدی گاندھی
بل ابھی تک وہی ہے رسّے میں
زورِ الطاف بھائی ہیل ای اوئے
بولتے ہیں نشے کے جھونکے میں
آمریت دکھائی دیتی ہے
آج جمہوریت کے حلئے میں
کھیل ٹھہرا یہ لیڈروں کا مگر
گردنِ قوم تو ہے ٹوکے میں



جو لیلیٰ قیس کی ہمشیر ہوتی
تو کس کے عشق کی تشہیر ہوتی؟

اگر میں ووٹ بھی دیتا نہ ان کو
انہیں کی لیڈری تقدیر ہوتی

سمجھتے مجھ کو افسر اہلِ دفتر
پہنچنے میں اگر تاخیر ہوتی

یوں دعوت خوب کرتے مل ملا کے
ہماری دال اُن کی کھیر ہوتی

گرانی کے طمانچے پڑتے رہتے
تو خلقت باقیاتِ میر ہوتی

رقیبوں کا میں دامن چاک کرتا
مری دھوتی بھی لیروں لیر ہوتی

جو انجامِ محبت عقد ہوتا
وفا منت کشِ تقدیر ہوتی

اگر باہر مچھندر بن کے پھرتا
مری بیوی بھی داداگیر ہوتی

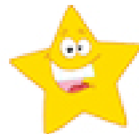
محبت رنگ جو لاتی کسی کی
"یقیناً پاؤں میں زنجیر ہوتی"

کٹاریں ہوتے جو ابرو تمھارے
ہماری مونچھ بھی شمشیر ہوتی

بناتا شوق سے رانجھا بھی سیلفی
جو پس منظر میں کوئی ہیر ہوتی

جہاں جاتیں ترے میک اپ پہ نظریں
وہیں پر حسرتِ تعمیر ہوتی

ظفرؔ بنتا جوازِ زن مریدی
اگر بیوی کسی کی پیر ہوتی



نیکیوں کا بھی سلسلہ رکھنا
کھانے پینے کا در کھلا رکھنا

سرفروشانہ اُس گلی جانا
بھاگنے کا بھی راستہ رکھنا

اُس کو اپنانا جیسے بن پائے
نام پھر اُس کا بھی بلا رکھنا

کبھی میک اپ بغیر بھی رہنا
اپنے شوہر کو بھی ڈرا رکھنا

لمبے بندوں کے سر چڑھے جانا
زور والوں سے دُم دبا رکھنا

کوئی شکرا تو پھنس ہی جائے گا
سر پہ جوڑے کا گھونسلہ رکھنا

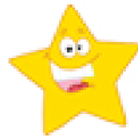
مولوی کو اگر بلایا ہے
بوٹیاں اور شوربہ رکھنا

یار ماروں سے احتیاط کے ساتھ
"ملنے جلنے کا حوصلہ رکھنا"

جو زمانے کو منہ چڑاتا ہے
اُس کے آگے بھی آئینہ رکھنا

تھپکیاں بھی ضروری ہیں لیکن
ہاتھ گدی پہ بھی جما رکھنا

رن کو رن نہ بنانے دینا ظفر
خانگی میچ کو ڈرا رکھنا



ہمارا عشق ہفتہ وار ہو ایسا نہیں ہوتا
برائے وصل اک اتوار ہو ایسا نہیں ہوتا

کسی لیڈر کی کم ظرفی کو ہرگز پا نہیں سکتا
کوئی کتنا بڑا خرکار ہو ایسا نہیں ہوتا

جسے میں ووٹ دیتا ہوں اُسے پھر کوستا بھی ہوں
نمائندہ مرا ہر بار ہو ایسا نہیں ہوتا

کوئی جو انگلیاں کانوں میں ٹھونسے تو یہ ٹل جائے
سخنور اس قدر خوددار ہو ایسا نہیں ہوتا

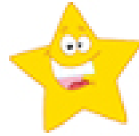
میں حالِ دل رقیبوں کو سنا دوں یہ تو ممکن ہے
ترا ابا مرا غمخوار ہو ایسا نہیں ہوتا

وہ حُسنِ لالہ گوں بس سے اُتر جائے سرِ راہے
مرا اسٹاپ گولیمار ہو ایسا نہیں ہوتا

جہاں رانجھے کی آمد پر میاں کیدو کی قدغن ہو
وہاں رانجھا ہی پہریدار ہو ایسا نہیں ہوتا

یہ مانا کہ وہ بابِ وصل میں ٹھینگا دکھاتے ہیں
مگر دعوت سے بھی انکار ہو ایسا نہیں ہوتا

ظفرؔ اب حُسنِ تر آپے سے باہر ہو کے پھرتا ہے
کسی کو حسرتِ دیدار ہو ، ایسا نہیں ہوتا



اُف یہ مچھر



ملنے والوں کو سقیم الحال ہی لگنے لگے
کیا کریں مشکوک جب اعمال ہی لگنے لگے
مچھروں کو مارنے کے جوش میں
تالیاں پیٹی ہیں کتنی کیا کہیں
دوستوں کو ہم نرے قوال ہی لگنے لگے

بیگم کی پھرتیاں

کیا بتاؤں کس قدر تیزی مری بیوی میں ہے
دیکھ کر حیران ہوتا ہوں (میں شوہر) یاد سے

جب کہیں جانا پڑے تو دیدنی ہیں پھرتیاں
وقت پر کر لیتی ہے ہر کام اکثر یاد سے

سارے دروازے وہ کرتی ہے مقفل، ہاں مگر
چابیاں بھی بھول کر آتی ہے اندر یاد سے

ٹاک شو کا دانشور

میرے چہرے کی یہ متانت
میری عدیم المثل اداکاری سے بنی ہے
نُور سے جو بھرپور ہے صورت
میک اپ مین کی اُستادی ہے
میری لمبی اُجلی داڑھی کو مت دیکھو
(ٹھیک سے یہ چپکائی ہے ناں)
میں جب بولوں
تو بُت بن کر نہ رہ جاؤ
میرے بھاری بھرکم لفظوں کو تم سمجھو
میری سوچ کی زنبیلوں کو الٹو پلٹو
چھان کے دیکھو میری گپ شپ
میری دانش، میری منطق
تم کو یارو!
اِن کی تہہ میں
کچھ بھی نہ مل پائے گا جز بونگے پن کے

یہ انتظار کا عالم

رہ رہ کے اُٹھ رہی ہے اُسی کی طرف نظر
گھڑیال میرے صبر کو کرنے لگا ہے چٹ

گھنٹہ بھی لوڈ شیڈنگ کا گھنٹوں سا بن گیا
ہر دس منٹ کے بعد گزرتے ہیں دو منٹ

استغفراللہ

یہ ہے سیاستدانوں کی کچھ
عقلِ رسا سے اوپر کی شے

عزت ہے کس کھیت کی مولی
غیرت کس ہوٹل کی ڈش ہے

خضابوں سے نویلی زندگانی لے کے آیا ہوں
بڑھاپے پر سجا کر نوجوانی لے کے آیا ہوں

میں اُس جمہوریت کو پیر اپنا مان لوں کیسے
سدا جس در سے تعویزِ گرانی لے کے آیا ہوں

محبت عقد میں ڈھل کر محبت رہ نہیں سکتی
حماقت اور وہ بھی جاودانی لے کے آیا ہوں

خدا جانے مجھے اپنا مزارع کیوں سمجھتی ہے
زنانی لایا ہوں یا چوہدرانی لے کے آیا ہوں

تعلقات میں اب کے توازن یونہی رکھنا ہے
وہ شعلہ بن کے نکلا ہے میں پانی لے کے آیا ہوں

سبق سیکھا نہیں ہے جوتیاں کھا کر بھی دنیا سے
''وہی وردِ محبت کی کہانی لے کے آیا ہوں''

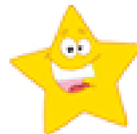
ترا قاصد بھی کیا شے ہے یہ مجھ سے آ کے کہتا ہے
میں ایم ایم ایس ہوں پیغام زبانی لے کے آیا ہوں

مری بیوی جسے پا کر بہت اتراتی پھرتی ہے
وہی تحفہ میں بہرِ نوکرانی لے کے آیا ہوں

سمجھ میں ہی نہیں آتا ترے ویروں نے کیوں پینجا
ترے کوچے میں اکثر بے دھیانی لے کے آیا ہوں

میری بیوی گزشتہ پیر سے اس پر ہے اکھڑی سی
میں آخر کس خوشی میں شیروانی لے کے آیا ہوں

ظفؔر مجھ کو کہیں شوگر کی بیماری نہ ہو جائے
جہان تلخ میں شیریں بیانی لے کے آیا ہوں



مرے خلوص کو ظالم کہاں سمجھتے ہیں
ہر اک سخن کو سیاسی بیاں سمجھتے ہیں

اِک ایسی بیوی کے شوہر بنے ہیں کہ توبہ!
تمام گونگے ہمیں ہم زباں سمجھتے ہیں

وہ فیس بُک میں تو مس نازنین بنتے ہیں
جو جانتے ہیں وہ گل شیر خاں سمجھتے ہیں

فنِ روباہی میں اس کو کمال حاصل ہے
کسی کو تیر کسی کو کماں سمجھتے ہیں

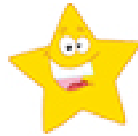
کسی کے جلوؤں نے میک اپ کا وہ سماں باندھا
جو دیکھتے ہیں وہ اس کو دکاں سمجھتے ہیں

کچھ ایسے بھی ہیں سمجھدار اس زمانے میں
کبوتروں کو بھی اکثر جو کاں سمجھتے ہیں

کبھی جو مجنوں میاں دیکھیں قبل از میک اپ
تو لیلی کو بھی وہ لیلی کی ماں سمجھتے ہیں

ہزار خود کو میں بقراط کر کے لے آؤں
وہ بیوقوف مجھے جاوداں سمجھتے ہیں

مرے مزاج میں کچھ اس قدر ہے عجز ظفر
سسر میاں مجھے اللہ کی گاں سمجھتے ہیں

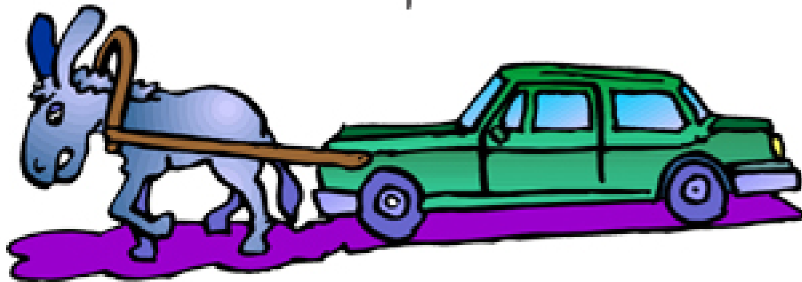


یا حیرت!

اُن کی تدفین کی رسوم فقط
بس دس بیس کر رہے ہیں اٹینڈ

ہائے! حالانکہ آنجہانی کے
فیس بک پر تھے چھ ہزار فرینڈ

ستم ظریف



وہ جس کی دیر گیری پہ جلتے تھے دست و پے
وہ مستری بھی اپنی طرح کی ہے کوئی شے
جب کچھ نہ کر سکا
جوتا ہے اک گدھا
یُوں اُس نے میری کار کو چالُو کیا تو ہے

بہار

موسم کی لغت میں دیکھا ہے
پائی ہے بہاراں اور ہی شے
دھرتی نے پہنا ہے سبزہ
اور چاروں اور دھنک کی مئے

بے برگ شجر کے کیا کہنے
پتوں کے تمغے ہیں پہنے
آسیب تھے ویرانی کے جہاں
پھولوں کے وہاں پر ہیں گہنے

خوش رنگ پرندوں کی ٹولی
گاتی ہے کچھ اپنی بولی
بکھری ہیں خوشی کی چھکاریں
جس جانب کو بھی یہ ہولی

کیا جادہ ہے کیا آنگن ہے
ہر گوشہ رشکِ گلشن ہے
اب جدھر کو اُٹھتی ہیں نظریں
جادوئی حُسن ہے جوبن ہے

جھونکے ہیں صبا کے شوخ بڑے
پھولوں کی باس اُڑا کے چلے
سانسوں میں ہماری اُترے تو
چہرے تا بہ دل کھل اُٹھے

یہ افسانہ ہوش رُبا
موسم کی لغت میں ہی پایا
ہم جن شہروں کے باسی ہیں
اُن میں ہے رُت کا رنگ جدا

شہروں میں بہاراں کے جلوے
انداز جدا ہیں لئے ہوئے
لگتے ہیں رنگوں کے میلے
جب نیٹ کا کنکشن ٹھیک چلے

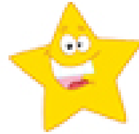
شہروں کی راہگزاروں پر
پھولوں کے پودے لگتے ہیں
جب فنڈز کو ضائع کرنا ہو
جب ناظم شہروں کے چاہیں

خوش رنگ پرندوں کو اُس دم
پاتے ہیں فضاؤں میں بھی ہم
جب ائر پلوشن ماند پڑے
جب سفوکیشن ہو کم کم

جب سوشل محفل میں جائیں
نسوانی پیکر لہرائیں
سُرخی و غازہ میں لپٹے
جادوئی حُسن کو ہم پائیں

کرتے ہو صبا کی بات، ارے!
یاں سانس بھی ہم لینے سے گئے
ملتی ہیں بہاروں کی خوشیاں
جب بجلی آنکھیں نہ پھیرے

روٹی چھپر کی فکر کبھی
رہنے نہ دے آسودہ بھی
سمجھو کہ بہاراں آتی ہے
جب تنخواہ بڑھتی ہے اپنی



محترم ہے اس لئے بھی ہر گدھا خاصا مجھے
لیڈرِ قومی نظر آتا ہے اِن جیسا مجھے

کیا بتاؤں کس قدر پھیلی ہیں باچھیں عشق کی
جب کسی کی یاد نے یکدم کیا ہے "تا" مجھے

میں بھی اُس بُت کے لئے انگنائی میں نکلا کروں
سانس لینے دے اگر ہمسائے کا کتا مجھے

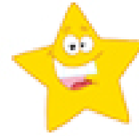
وہ مجھے "جوکر" سمجھ کر مسکرائی گی بھلا؟
وہم ہے کہ ڈالنے دیتا نہیں بھنگڑا مجھے

مجھ پہ بھی نظرِ کرم ہے اور رقیبوں پر بھی ہے
یار لگتا ہے محبت میں بہت بھینگا مجھے

وصل کی ٹھہرائی ہے کس گوشۂ پاتال میں
احتیاطِ عشق میں کرنا پڑا تانگا مجھے

ہر کسی کی تاڑ کا محور تری ہی ذات تھی
کیوں بھری محفل میں تیرے ویرے نے گھورا مجھے

اس قدر پھینٹا رقیبوں نے کہ لنگڑا کر دیا
صورتِ کیدو نظر آنے لگا رانجھا مجھے



رہنماؤں میں وٹے سٹے ہیں
کرسیوں کے لئے اکٹھے ہیں

کیا حکمران کیا اپوزیشن
ایک تھالی کے چٹے بٹے ہیں

اب تو بھونکوں سے بھی نہیں کھلتا
کس کی گردن میں کس کے پٹے ہیں

یہ ہے جزوِ حجاب یا فیشن
کیوں گلوبند یہ دوپٹے ہیں

ذات کا ہی نہیں ہے جٹ کوئی
اُس کے نطق و بیاں بھی جٹے ہیں

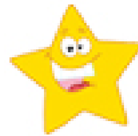
عشق خالہ کا گھر نہ تھا پہلے
اب یہ انگور سخت کھٹے ہیں

تیرا طرزِ سخن ہے پشتونی
یا لڑھکتے ہوئے سے وٹے ہیں

یہ کمالِ بیان بازی ہے
اپنے تھوکے ہوئے ہی چٹے ہیں

تیرے غم کی جگالیوں کے سبب
تیرے بیمار ہٹے کٹے ہیں

یونیورسٹی میں پڑھ رہے ہیں ظفرؔ
سارے اسباقِ عشق رٹے ہیں



ایک رُباعی

خُوباں کو ہے دولت سے محبت اب بھی
ایجاد کی اماں ہے ضرورت اب بھی

عشاق تہی داماں ہیں پہلے جیسے
زر اور زمیں جیسی ہے عورت اب بھی

شوہر کی حسرت

بیگم! اُس وقت کیا مزا آجائے
شیر تم مجھ پہ ہو رہی ہو کبھی
اور چوہا دکھائی دے تم کو

ایک تجویز



اِس الیکشن میں کمیشن کاوشِ عاقل کریں
دستاویزی تجزیے کو اور بھی کامل کریں
کل کلاں مل جائے گا
گم گرانٹوں کا پتہ
ناپ توندوں کا اثاثہ جات میں شامل کریں

لسی

دھری تھی سامنے اور جھاگ جھاگ تھی لسی
کمال شوق سے اُس شوخ نے بھی پی لسی

ہر ایک شخص کو بھاتا ہے ساگ سرسوں کا
ہمارے گاؤں میں چلتی ہے آج بھی لسی

وہ کوکا کولا تو پیتا ہے ایسوں ویسوں سے
مگر پسند نہیں ہے تری مری لسی

تمہارا حُسن تمہاری ہی ذات کا خاصہ
کہ ہر دکان سے ملتی نہیں وہی لسی

سو یوُں بھی پینے پلانے کا سلسلہ نہ رکا
ملی نہ مئے تو سرِ جام ڈال دی لسی

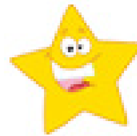
ٹو فون چھٹتا ہے نہ مجھ کو نیند آتی ہے
ترا خیال بنا ہے دماغ کی لسی

قرار دیتا رہا جس وہی کو وہ کھٹا
چڑھا رہا ہے اُسی کی بنی ہوئی لسی

صدا لگاتا ہے گھڑیال ''جاگتے رہنا !''
پیوں تو کیسے پیوں نیند سے بھری لسی

یہ اور بات سمجھتا ہوں ''پینڈو کولا'' اُسے
اگرچہ پیتا ہوں میں بھی کبھی کبھی لسی

ظفر ہمیشہ سے چائے گزیدہ ہیں شاعر
بہ بزمِ سخن نہ کبھی نوش کی گئی لسی



چُور چُور ہو جائے کیوں نہ مان شیشے کا
جب ہتھوڑے سے لو گے امتحان شیشے کا

ہو چکے ہیں نسواری ، آپ نہ سُنیں تو کیا
خان جی سناتے ہیں ''داستان شیشے کا''

لگ رہا ہے کہ وٹہ تیری کھوپڑی میں ہے
کوئی توڑ کر دیکھے مرتبان شیشے کا

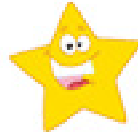
یہ تو بھائی صاحب نے سیفٹی کی حد کر دی
ہیلمٹ چڑھائے ہے اِک پٹھان شیشے کا

انگلیاں تو اُٹھنی ہیں سنگ زنی تو ہونی ہے
دے رہا ہے جب ظالم تو بیان شیشے کا

سیجِ عشق پر دیکھیں کب تک بھنگڑا ڈالیں گے
موم جیسی لڑکی اور نوجوان شیشے کا

بالیقیں مرے سر پر پھوڑنا ہے بیگم نے
شیش گر سے لایا ہوں جو سامان شیشے کا

آج شیشہ بازوں سے چھیڑ خانیاں کیسی؟
جب کیانی صاحب کا ہے کیان شیشے کا



بتا کے ناصح کو یہ بات کیسے عام کریں
ہمارے ساتھ جو اُس مس کے ڈیڈ مام کریں

اگرچہ بجتے ہیں برساتی نالے کی طرح
تمہارے ویر سے ہکلا کے ہم کلام کریں

عوام الناس کو خاصا رُلا چکے لیڈر
مرا خیال ہے اب اور کوئی کام کریں

یوں جانئے کہ اُنہوں نے ہی لوٹ لی محفل
جو خاص و عام میں اِک ساس کو سلام کریں

ہمارے دل میں تو مدت سے رہ رہے ہیں مگر
ہمارے گھر میں بھی آ کر کبھی قیام کریں

پڑے نہیں کسی قاصد کی جی حضوری میں
جو ایس ایم ایس کے تھرو نامہ و پیام کریں

یہ کیا کہ پڑھ ہی نہ پائیں وہ جیسے کر کے بھی
متاعِ شعر و سخن آپ جن کے نام کریں

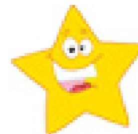
یہ چار دن جو ملے ہیں گزارنے کے لئے
کسی کے نام کریں، زندگی حرام کریں

وہی بنائیں گے لشکر جہاد کی خاطر
جو ہر برس نئے ماڈل کا اہتمام کریں

نصاب طفلاں کو ترتیب دینا ہے، تسلیم
مگر خدارا یونہی میم کو نہ لام کریں

ہمارے جیسوں کی کیا خاک دال گلنی ہے
رقیب یار کے کوچے میں اڈہ گام کریں

چھری ہے یار کے ہاتھوں میں، احتیاط ظفرؔ
اب اُن سے بات ذرا دل کو تھام تھام کریں



فیس بک

فیس بک ہے ایک برقعہ
اور وہ بھی برقعہ خیمہ نما
جس میں ہر کوئی نہاں
کچھ بھی کھلتا ہے کہاں
کون کیسا ہے میاں
اک عجب عالم نظر آئے یہاں
کیا خبر شاہ رخ کی آئی ڈی کے پیچھے کن بزرگوں کو ہے سوجھی دل لگی
اللہ دتے نے پہن رکھی ہے کوئی میکسی
مس غزل کی مونچھ چبھنے لگ گئی
آخرش ٹھمکا لگا کر رہ گئی مس پھلجڑی
کچھ پتہ چلتا نہیں ہے کون کیسی ذات ہے
آفریں صد آفریں۔۔۔۔۔۔۔۔اے فیس بک کیا بات ہے

منزل

لیلیٰ کا عقد کیوں نہ ہوا قیس بھائی سے
اُس دور میں تو اِتنے ستمگر گٹر نہ تھے

ایسے ہی اِک وقوعے کے باعث جو دیر کی
منزل اُنہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

عدل

زور و زر کی طرف ہے ہر پلڑا
تیرا میرا نصیب ٹھینگا ہے

اپنے ہاں کی عدالتوں میں ظفرؔ
عدل اندھا نہیں ہے، بھینگا ہے

پیر سالی میں غمِ زلفِ گرہ گیر بھی تھا
کسی خاتون کو یوں شکوۂ تقدیر بھی تھا

زن مریدی میری فطرت کا تقاضہ ہی نہ تھی
امنِ خانہ کے لئے نسخۂ اکسیر بھی تھا

اپنے نسخوں کی ہی ڈوزوں پہ دھرے رکھتے ہیں
میں پئے چارہ گراں صورتِ کشمیر بھی تھا

ایک ہی صف میں کھڑے تھے یہاں محمود و ایاز
زن مریدی میں مریدوں کی طرح پیر بھی تھا

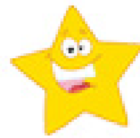
کیپ رکھی تھی جو سر پر تو وجہ تھی یہ بھی
دستِ زوجہ میں شبِ رفتہ کو کفگیر بھی تھا

دل کا اسکین کیا ہے تو کھلا ہے ہم پر
غمِ لیلیٰ بھی تھا مجنوں کو غمِ ہیر بھی تھا

آج تک بات نہ مانی تھی کسی کی جس نے
بات بے بات پہ وہ مائلِ تقریر بھی تھا

کوئی بہرہ ہو تو ممکن ہے کہ بے بہرہ ہو
ورنہ شاعر کو جو ٹکرا وہی نخچیر بھی تھا

آپ نے بھانڈ ہی سمجھا تو ظفرؔ کیا کرتا
اِن کا اندازِ سخن یوں تو ہمہ گیر بھی تھا



برباد دسمبر میں مری خاک بہت ہے
آنکھوں کی طرح ناک بھی نمناک بہت ہے

سسرال کے سیلاب کا رخ بھی ہو ادھر کیوں
بیوی کی جو مجھ پر ہے وہی دھاک بہت ہے

باتوں میں بھی میں میں کا پہاڑہ ہے مسلسل
لیڈر کا مگر طرۂ پیچاک بہت ہے

کرتا نہیں اب خیمہ لگانے کا تردد
بیگم کا یہ برقعۂ شٹل کاک بہت ہے

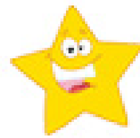
یہ عقل کی باتوں کا زمانہ نہیں ہرگز
اور اس میں ہے جو نقطۂ ادراک بہت ہے

اب خوف نہیں بجلی کے جھٹکے کا کسی کو
بجلی کے جو بل میں ہے وہی شاک بہت ہے

اسمارٹ و سلم ہونے کا جب شوق ہے دل میں
نہ کھا کے بھی خاتون کی خوراک بہت ہے

چنگی نہیں ملتی ہے محلے میں کسی سے
چنگی کی محلے میں مگر ٹاک بہت ہے

جنجال یونہی عقد کا پالو نہ کنوارو
ہنگامۂ ہستی تہِ افلاک بہت ہے



فرسٹ کزن

جی کیا کہا یہ آپ کی ہے فرسٹ کزن؟
نیرنگئ دوراں ہے ورنہ اجنبی!
کل تک یہ میری بھی رہی ہے فرسٹ کزن!!

دہشت گرد

ناکے پر پولیس نے مجھ کو روک لیا
مخبر نے کر دی تھی اطلاع پہلے سے
شہر میں دہشت گردی کا کچھ خطرہ تھا
سو پولیس نے ہر مشکوک کو گھیرا تھا
اور مشکوک تھا مجھ سے بڑھ کر کون بھلا
مشقِ سخن کی خواری سے جو حلیہ تھا
اُس نے مجھ کو جیل سے بھاگا مجرم سا کر رکھا تھا
یوں بھی گزشتہ شب آنکھوں میں کاٹی تھی
سر کے بال تھے ایسے بکھرے بکھرے سے
جیسے کانٹے ہوں سیہہ کے

لالوں لال تھے دیدے

باہر کو نکلے

چہرے پر تھے بارہ بجے

اِک پولیس کے چوکس بندے نے

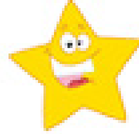
ہینڈز اپ کر کے خوب تلاشی لی میری

مجھ کو سرتاپا الٹایا پلٹایا

اور پھر بالآخر اُن کو

مل ہی گیا تھا میری دہشت گردی کا اک evidence

میری جیب سے اک سہ غزلے کی صورت



ہوشیار باش!



کوئی ہوٹلوں میں سگ و خر چرے
میاں اس سے بہتر ہے بھوکوں مرے
ابھی کھا کے آئے ہیں جو
اگر بیف ہے دوستو
تو کیوں رینگنے کو مرا دل کرے

بحث کرتے ہوئے بیگم سے تو ڈر لگتا ہے
گفتگو ہوتی نہیں پھر وہ غدر لگتا ہے

تُو منافق نہیں ویسا ہی ہے باہر سے بھی
جیسا کالا تیرے اندر کا کلر لگتا ہے

یوں تو بھیگا ہوا الو نظر آتا ہے میاں
بیوی میکے ہو تو پھر اس کو بھی پر لگتا ہے

حُسنِ بیباک نے یہ دن بھی دکھایا ہے مجھے
میں جہاں پر ہوں وہیں نورِ نظر لگتا ہے

فلسفہ دان نظر آتا ہے الو سب کو
ایسا ہرگز نہیں ہوتا ہے مگر لگتا ہے

نئے انداز کا فنکار ہے سوتے میں کوئی
یہ جو خراٹوں سے ہے سازِ دگر لگتا ہے

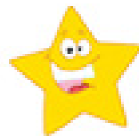
بیویاں اس سے میاؤں پہ ظفریاب رہیں
ایک ہتھیار مجھے دیدۂ تر لگتا ہے

اُس کی بنیاد میں بھونچال کبڈی کھیلے
جس عمارت میں کوئی مجھ سا پلر لگتا ہے

کرفیو آپ کے ابے نے لگایا ہے جہاں
مسکرانا بھی وہاں مجھ کو ہنر لگتا ہے

اب تو میک اپ نہیں کرتی مری بیوی اکثر
''میں نے اِک بار کہا تھا مجھے ڈر لگتا ہے''

سائلینسر جو اُتارا ہے ظفر بائیک کا
پاپ سنگنگ کا ملہارا ہوا شر لگتا ہے



میں نظر وٹو سہی پیار ترا اور سہی
تیری سرکار میں اک چکنا گھڑا اور سہی

تیرے پیچھے مجھے پینجا ہے رقیبوں نے بہت
تیری نظروں میں مگر اہلِ وفا اور سہی

میاں مجنوں نے یوں پونی کہاں باندھی تھی کبھی
لیلٰی اک اور سہی لیلٰی نما اور سہی

عقد بھی کرنا پڑا ہے مجھے محبوبہ سے
عشق کے بعد مری ایک سزا اور سہی

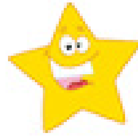
کوئی ناراض ہے آئینہ دکھا دینے پر
خیر اس پر ہو بصد شوق خفا اور سہی

میری تنخواہ سے گر میچ کرے تو بے شک
عشوہ و غمزہ و نخرہ و ادا اور سہی

لیڈروں نے تو لگا رکھا ہے آگے کب سے
راستہ تو بھی کوئی مجھ کو دکھا اور سہی

بھوت لاتوں کا ہے باتوں سے کہاں مانتا ہے
سو ترے واسطے خوراک دوا اور سہی

میں ظفر ہوں مجھے تم لوگ ڈفر مت بولو
لینے والوں نے مرا نام لیا اور سہی



گرگٹ

دیکھو ساری دنیا گرگٹ
ہر کوئی رنگ بدلتا گرگٹ
گرگٹ ہے چوپایہ لیکن
انساں ہے دوپایہ گرگٹ
وقت پڑا تو کھلی حقیقت
سب نے سب کو پایا گرگٹ
ہر ناطہ مشکوک ہوا ہے
ہر رشتہ ہے گویا گرگٹ
یار سے جب بھی یار کا پوچھا
بولا وہ ہے ''سالا'' گرگٹ
ہر خطّے کے ہر عاشق نے
محبوبہ کو پایا گرگٹ
مجنوں ہے بے پیندا لوٹا
اور ہے اُس کی لیلیٰ گرگٹ

پل میں تولہ پل میں ماشہ
یوں ہر بنتِ حوا گرگٹ
بیوی ''خصماں کھانڈی'' ڈائن
شوہر ایک سراپا گرگٹ
جب سے بھابھی گھر آئی ہے
بہنوں کو ہے بھیا گرگٹ
رنگ بدلتا سنگ بدلتا
لیڈر ہے دیرینہ گرگٹ
جانا آٹے دال کا بھاؤ
گرگٹ سے جب ٹکرا گرگٹ
ووٹر تو ہیں کم جلسے میں
ڈال رہا ہے بھنگڑا گرگٹ
اب پہچان نہیں ہے باقی
کوئی صحافی ہے یا گرگٹ
چینل چینل بول رہا ہے
تاڑ رہا ہے مرغا گرگٹ
رنگِ سخن تو دیکھ ظفرؔ کا
شاعر کم ہے چوکھا گرگٹ

ڈیمو کریسی

ووٹ دیتے ہیں مگر ہم بھی کہاں جانتے ہیں
یہ جو ہے اپنے یہاں ڈیمو کریسی کیا ہے؟

دورِ جمہور میں جمہور ہے کیوں بے وقعت
جانے چوں چوں کے مربے کی ریسپی کیا ہے

نئی محبت

مجنوں کے ولولوں میں کمی نہ ہوئی ذرا
ویسا ہی جوشِ عشق ہے ویسا جنون ہے

یہ اور بات مرکزِ مہر و وفا ظفؔر
لیلیٰ نہیں ہے آج فقط آئی فون ہے

(ممتاز راشد کی غزل کی پیروڈی)

اُن پہ برسے تو کچھ قرار آیا
کھل کے بھونکے تو کچھ قرار آیا

چند سسروں کو تھی غلط فہمی
اُن سے ٹکرے تو کچھ قرار آیا

راس آتی نہ تھی مجھے عزت
کھائے دھکے تو کچھ قرار آیا

اُن کے خراٹوں سے تھے ہم بیکل
جب وہ جاگے تو کچھ قرار آیا

قبض سہنے میں تھی اذیت سی
راز اُگلے تو کچھ قرار آیا

ایسا شاپنگ کا بوجھ تھا سر پہ
گھر کو لوٹے تو کچھ قرار آیا

رشتہ داروں کی طرح کاٹتے تھے
جوتے بدلے تو کچھ قرار آیا

یوں تو ہم کو وہ سدا درسِ وفا ہی دیں گے
داڑھ کے نیچے ہم آئے تو دبا ہی دیں گے

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن کرتے
حالِ دل ہم ترے ابے کو بتا ہی دیں گے

استفادہ تو بہرحال انہیں کرنا ہے
کھا نہ پائیں گے جو مکھن تو لگا ہی دیں گے

اُس کو کرسی کی کوئی آس تو ہو لینے دو
اپنی تشریف پہ ایلفی وہ لگا ہی دیں گے

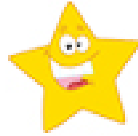
قرض دیتے ہیں تو پھر یاد سدا رکھتے ہیں
مر بھی جاؤں تو کہاں لوگ بھلا ہی دیں گے

یونیورسٹی میں ہے جلووں کا پرستان کوئی
طالب علم کو کچھ شوق نیا ہی دیں گے

جو الیکشن میں زبردستی گلے لگتے ہیں
مقتدر ہوں گے تو ٹھینگا بھی دکھا ہی دیں گے

جان لیں عشق ہے رانجھے کا جناب کیدو
کوئی مکھی تو نہیں ہے کہ اُڑا ہی دیں گے

وہ چڑیلوں سی ہیں تو کیا ہے کہ اُن کے میک اپ
دیکھنے والوں کو رنگین نگاہی دیں گے



یہ رمز ترقی کی بھلا کیوں نہیں آتی
چڑھتے ہوئے سورج کی ثنا کیوں نہیں آتی

ہر رنگ کی دے دی ہیں طبیبوں نے دوائیں
ہے میری خطا مجھ کو شفا کیوں نہیں آتی

وہ شربتِ دیدار کی حسرت میں پڑا ہے
مہمان کو مشروب پلا کیوں نہیں آتی

اس حبس کے عالم میں تو دوچند ہوا ہے
یہ غم کہ نسیماتِ صبا کیوں نہیں آتی

پرچار ہے رشوت کا سفارش کا بہر سو
پھر آپ کو جینے کی ادا کیوں نہیں آتی

ایسی ہی اگر پٹی پڑھانے میں ہے ماہر
اسکول کے بچوں کو پڑھا کیوں نہیں آتی

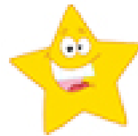
بجلی ہوئی عنقا مرے گھر سے تو ستمگر
لے کر رخِ زیبا کا دیا کیوں نہیں آتی

جس کے لئے پٹتا رہا منظر سے ہے غائب
پھر اس کی گواہی کی ندا کیوں نہیں آتی

یہ بات تو خود ایک لطیفہ ہے یہاں پر
یہ شکوہ کہ لیڈر کو حیا کیوں نہیں آتی

یہ چھت پہ کھڑا سوچ رہا ہے کوئی کب سے
اب کپڑے سکھانے کو ہما کیوں نہیں آتی

یہ کیا کہ فقط مجھ کو ہی تاڑو کہے دنیا
جلوؤں کی نظر کوئی خطا کیوں نہیں آتی



گرہ کٹ گرہیں

(ولی دکنی کے اشعار پر دست درازی)

بھول جا میں نے جو ماری تھی دولتی تجھ کو
ظلم کوں چھوڑ سجن شیوۂ احسان میں آ

یہ کیا کہ ترا کتا پڑ جاتا ہے رہ رہ کر
مشتاق درس کا ہے ٹک درس دکھاتی جا

میرا بوتھا کہیں نہ تڑوا دے
ذکر ہر صبح و شام تجھ لب کا

گھات میں کم نہیں رقیب مگر
عاشقاں کا خدا ہے رکھوالا

ظفر تو نہ ہو جس کی بھاری بہت
اُسے زندگی کیوں نہ بھاری لگے

کیا آلۂ سماعت لگایا نہیں میاں
دیتا نہیں سلام کا میرے جواب آج

تو بھلا گھوڑے گدھے سوں دل کی میں باتاں کروں
گر نہ دیکھوں تجھ کوں اے چشم و چراغ زندگی

گرہ کٹ گرہیں

(میر تقی میر کے اشعار پر دست درازیاں)

اک ہمیں تاڑو ترے کوچے میں منڈلاتے ہیں
اپنے دروازے تلک تو بھی تو آیا ہوتا

اس عشق و محبت کی جگالی کے میں صدقے
تاحشر جہاں میں مرا دیوان رہے گا

چور و لیڈر نعرہ زن ہیں ہر سے
یعنی غافل ہم چلے سوتا ہے کیا

لگتا تھا واش روم میں جانا ہے شوخ نے
جب سُن کے نام تیرا وہ بیتاب سا ہوا

یونہی اوکھا نہ ہو رقیبوں سے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

جما کر ہمیں لات کہتا ہے کوئی
کہو میر جی آج کیوں ہو خفا سے

پڑوس میں ہے یا ٹی وی کے ٹاک شو میں ہے
تری تلاش میں اک دل کدھر کدھر کریے

گرہ کٹ گرہیں

(مرزا اسد اللہ خان غالبؔ کے اشعار پر دست درازیاں)

اِس قدر بھی تنگی جامہ تجھے زیبا نہ تھی
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

دیکھنا کہ یہ ستمگر نیب کا مخبر نہ ہو
نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ بر اکثر کھلا

''ٹاک شو'' تو ہے ہمیشہ سے ہی چنگڑ خانہ
آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیراں ہونا

وہ کس کے ہیں، یہ اُس سے پوچھو جا کر
ہم اُس کے ہیں، ہمارا پوچھنا کیا؟

میں تیرے در پہ جاؤں تو دکھاتا ہے مجھے ٹھینگا
سبب کیا خواب میں آ کر تبسم ہائے پنہاں کا

لیڈرِ قوم بن گیا ہے رقیب
گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

سارے جہاں کو میرے تخلص کی ہے خبر
محرم نہیں ہے تو ہی وفا ہائے راز کا

گرہ کٹ گرہیں

(میر دردؔ کے اشعار پر دست درازیاں)

میں اس طرف ہوں، نیچے! یہاں دیکھ لے ذرا
پھرتا ہے کس تلاش میں یہ، آسماں ہنوز

اب مرے ہمسائے میں رونق جما
بس ہجوم یاس! جی گھبرا گیا

چاپلوسی اگر نہیں سیکھی
بے ہنر! تو نے کچھ ہنر نہ کیا

فکر نہیں کسی کو بھی آج ہماری توند کی
دیکھیے جس کو یاں، اُسے اور ہی کچھ دماغ ہے

سلمٰی ہے پاس میرے ہما ہے نہ صائمہ
اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے

پُلس کو کیا خبر وقوعے کی
نہ ہوا ہو گا، یا ہوا ہو گا

کچھ حسیناؤں پہ مر جانے کے بعد
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

مشتری ہوشیار باش

کتاب کا نام — کھری کھری۔

شاعر — نوید ظفر کیانی۔

وضاحت — یہ نوید ظفر کیانی کے طنز و مزاح پر مبنی کلام کا مجموعہ ہے جسے برقی کتاب کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔

صفحات — ۱۵۰

سالِ اشاعت — ۲۰۱۶ء

سنِ اضافہ — ۲۰۱۶ء

پبلشر — نوید ظفر کیانی۔

ویب سائٹ — http://naveedzafarkiani.wordpress.com

فیس بک — http://www.facebook.com/nzkiani

برقی ڈاک — nzkiani@gmail.com



میری طرف تو دیکھئے، میں نازنیں سہی!